

# وطن کی فکر کر ناداں، مصیبت آنے والی ہے

گرد و پیش کے حالات سے بے خبری اور درپیش خطرات سے غفلت ہمارا قومی مزاج ہے، اُس کی بابت اپنے در و دل کو علامہ اقبال نے ایک طویل نظم میں بیان کیا ہے، جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

چھپا کر آستینوں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے      عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں  
سن اے غافل! صدا میری، یہ ایسی چیز ہے جس کو      وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں  
وطن کی فکر کر ناداں، مصیبت آنے والی ہے      تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ہمارے آج کے حالات ان اشعار کی ہو بہو تصویر ہیں، سیاست دان ذاتی اور گروہی مفادات کے لیے باہم دست و گریباں ہیں، ہر ایک اس فکر میں مگن ہے کہ کسی حیلہ و تدبیر یا غیبی نصرت سے تختِ اقتدار پر متمکن ہو جائے۔ وہ دستوری اور قانونی تقاضوں کی میزان پر پورا اتر کر اقتدار تک پہنچنے کی مشقت برداشت کرنے سے گریزاں ہیں، شاید انہیں خود پر پورا اعتماد نہیں ہے۔ ملک گرد و پیش اور عالمی اعتبار سے انتہائی پرخطر دور سے گزر رہا ہے، ریاستی اداروں کے درمیان مصنوعی اعتماد کا تاثر دینے کے باوجود بے اعتمادی کی فضا قائم ہے، یہ تاثر اب ریاستی اداروں کی مجبوری ہے اور شاید اسی تاثر کو با اعتماد بنانے کے لیے چیف آف آرمی اسٹاف اپنی ٹیم کے ہمراہ سینیٹ میں بریفنگ کے لیے گئے۔ بریفنگ پس پردہ بتائی گئی تھی، لیکن اُس کو افشا کیا گیا اور ڈی جی آئی ایس پی آر نے بھی اُسے مثبت قرار دیا۔ ماضی میں پس پردہ اجلاسوں کی باتیں پس پس کر قطرہ قطرہ باہر آتی تھیں، لیکن یہ پرنا لے کی طرح روانی سے منظر عام پر آگئیں، یہی وجہ ہے کہ چیئرمین سینیٹ جناب رضار بانی نے اس پر ناراضی کا اظہار کیا۔ لیکن جو کچھ باہر آیا، وہ داخلی حالات سے متعلق تھا، بین الاقوامی حساسیت کے بارے میں کوئی اہم بات ہمارے علم میں نہیں آئی۔

ہمارے میڈیا کا کام لوگوں کو جہالت میں رکھنا، مذہبی و سیاسی مناظرے اور مفروضہ خبریں نشر کر کے ریٹنگ حاصل کرنا ہے، کیونکہ اسکرین پر یہی مال بکتا ہے۔ اسی بنا پر بین الاقوامی حساسیت کے حوالے سے کوئی سنجیدہ پروگرام دیکھنے اور سننے کو نہیں ملتا کہ اسکرین کی رونقیں ماند پڑ سکتی ہیں۔ امریکی صدر ٹرمپ نے 68 صفحات پر مشتمل جوئی سیکورٹی پالیسی جاری کی ہے، اس کا مرکزی ہدف شمالی کوریا، چین، روس، ایران اور پاکستان ہیں۔ اس میں پاکستان کے بارے میں واضح تنبیہات موجود ہیں، چند کالم نگاروں کے علاوہ کوئی اس حساسیت کو زیر بحث نہیں لایا، جبکہ امریکہ نے وارننگ دی ہے کہ وہ پاکستان کے اندر اپنے اہداف پر براہِ راست حملہ بھی کر سکتا ہے، اسی کو سرجیکل اسٹرائک کہتے ہیں۔ حال ہی میں ڈی جی آئی ایس پی آر نے اپنی پریس کانفرنس میں اس کی طرف ہلکا سا اشارہ کیا ہے کہ ہمیں نوٹسز دیے جا رہے ہیں، یہ غیر دوستانہ عمل ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا: ”ہم نے دوسرے دوسروں کی جنگ لڑی، اب ہم اپنی سرزمین پر دوسروں کی جنگ نہیں لڑیں گے“۔ بادی النظر میں اس کا اشارہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جہادِ افغانستان اور جنرل پرویز مشرف کے دور میں امریکی قیادت میں دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کا شراکت دار بننے کی طرف ہو سکتا ہے، لیکن



کی جنگ کا ایندھن بننے سے تو ایک کمزور پارلیمنٹ نے بچالیا۔ انہوں نے کہا: ”ملک کے دفاع کے لیے قوم کے تعاون اور محبت کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ جنگ پوری قوم نے مل کر لڑنی ہوگی، مسلح افواج تنہا اس سے سرخرو نہیں ہو سکتیں۔“

امریکہ کا دعویٰ ہے کہ ہم رقم دیتے ہیں اور اس کے مطابق کارکردگی نہیں دکھائی جاتی، لہذا اب انہوں نے کولیشن سپورٹ فنڈ کی قسط سر دست روک دی ہے اور وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے کہا: ”ایک دو دن میں نئے مطالبات کی فہرست پاکستان کو پیش کی جائے گی۔“ ڈی جی صاحب نے کہا: ”ہمیں رقم اخراجات کی مد میں ملتی ہے، ہم پہلے خرچ کر لیتے ہیں، اس کے بعد امریکہ کی طرف سے ادائیگی ہوتی ہے۔ ہمارا ریاستی موقف یہ ہے کہ یہ ہماری جنگ ہے، پس ابہام یہ ہے کہ اگر یہ ہماری جنگ ہے تو امریکہ اس کی قیمت کیوں ادا کرے اور اگر یہ امریکی قیادت میں عالمی قوتوں کی جنگ ہے تو پھر ہم امریکہ کے غیظ و غضب اور نفرت کا نشانہ بننے کے باوجود اس کا حصہ کیوں ہیں، اس بات سے ہمیں اتفاق ہے کہ امریکہ کی دشمنی مول لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ ہماری جنگ کب تک رہتی ہے اور ہم دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے شراکت دار کس مرحلے پر بنتے ہیں۔“

یہاں تک سطور لکھی جا چکی تھیں کہ صدر امریکہ کی طرف سے سال نو کا تحفہ مندرجہ ذیل ٹویٹ کی صورت میں سامنے آیا: ”امریکہ نے اجماعانہ طور پر پاکستان کو پندرہ سالوں میں تینتیس ارب ڈالر سے زیادہ رقم دی، اس کے صلے میں انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ہمارے رہنما بے وقوف ہیں، جھوٹ اور دھوکے بازی کے سوا کچھ نہیں دیا، انہوں نے ان دہشت گردوں کو محفوظ پناہ گاہیں عطا کیں جو افغانستان میں ہمارا ہدف ہیں، معمولی تعاون کے سوا کچھ نہیں کیا۔“ اسی طرح انہوں نے ایران کے بارے میں یہ ٹویٹ کیا: ”ابا ما انتظامیہ کی خوفناک ڈیل کے باوجود ایران ہر اعتبار سے ناکام رہا ہے، عظیم ایرانی قوم کئی سالوں سے جبر کا شکار ہے، وہ بھوک کا شکار ہیں، خوراک، آزادی اور انسانی حقوق کے طلبگار ہیں، ایرانی دولت لوٹی جا رہی ہے، سوتہیلے کا وقت آ گیا ہے۔“ اسی ٹویٹ سے پہلی بار معلوم ہوا کہ پندرہ سالوں میں امریکہ پاکستان کو تینتیس ارب ڈالر ادا کر چکا ہے، اخبارات کے مطابق اس میں 19 ارب ڈالر کی امداد ہے اور ساڑھے چودہ ارب ڈالر کولیشن سپورٹ فنڈ کے تحت کیے گئے اخراجات کی ادائیگی ہے، ان اخراجات کی نوعیت متعلقہ اداروں کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔

اس ٹویٹ کے بعد ہمارے میڈیا پر پرزور بحثیں شروع ہوئیں، ماہرین، مذہبی رہنما، سیاستدانوں اور مختلف طبقات کے رہنماؤں میں ردِ عمل کا مقابلہ شروع ہو گیا، کوئی بعید نہیں کہ احتجاجی جلسے یا ریلیاں بھی منعقد کی جائیں، یہ اپنے جذبات کو عالمی برادری کے سامنے لانے کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن اصل کرنے کا جو کام ہے، وہ جوش کا نہیں بلکہ ہوش کا متقاضی ہے، ہمیں امریکہ کے ممکنہ اقدامات اور انہیں ناکام بنانے کی تدابیر پر غور کرنا ہوگا، بعض تبصرہ نگاروں کے مطابق ٹرمپ کی مثال طاقت کے نشے میں چور ایک غضبناک سانڈ کی سی ہے، اُسے ٹکڑا کرنا بے سود یا منفی نتائج کا حامل ثابت ہوگا۔ ہمیں اپنی امکانی استعداد اور دشمن کی طاقت کو پیش نظر رکھ کر اپنے مفادات کے تحفظ کی بابت سوچنا ہوگا، محض الفاظ کی چاند ماری سے ہم صرف اپنے جذبات کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔ لازم ہے کہ ہماری حکومت کے تمام فیصلہ ساز افراد اور ادارے سر جوڑ کر بیٹھیں اور درپیش حالات سے نمٹنے کی تدابیر پر غور کریں، جس میں مختلف سطح کے اقدامات اور آپشن شامل ہوتے ہیں، ہماری سول اور فوجی قیادت پر مشتمل قومی سلامتی کونسل کا ردِ عمل بھی ہوشمندی پر مبنی



ہے۔ اس کے لیے پارلیمنٹ کا پس پردہ طویل اجلاس ہونا چاہیے، مگر ایسا نہیں کہ ادھر چیف آف آرمی اسٹاف بریفنگ دے کر باہر آئیں اور ادھر ہمارے پارلیمنٹین اُس کی تفصیلات میڈیا پر بیان کرنا شروع کر دیں۔ اگر یہی کرنا ہے تو پارلیمنٹ کے اجلاس کو پس پردہ قرار دینے کی کیا منطق ہے، پس پردہ اور کھلے اجلاس میں فرق ہوتا ہے، کھلا اجلاس محض تقریری مقابلے اور نمبر گیم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

ہمارے سینئر صحافیوں جناب عبدالقادر حسن، جناب مجیب الرحمن شامی، جناب ہارون الرشید وغیرہ اور یاد ماضی کا عذاب پالنے والوں کو 16 دسمبر 1971 سے ما قبل کے ایام یاد ہوں گے، پیشہ ور ریلیاں نکالنے والوں کا جوش و خروش دیدنی تھا، اخبارات میں مختلف تنظیموں اور مشائخ کی جانب سے ہندوستان سے ممکنہ جنگ کے لیے رضا کار پیش کرنے کا لفظی مقابلہ جاری تھا، ایک کا دعویٰ دس ہزار کا ہوتا تو دوسرے کا بیس ہزار کا، علیٰ لہذا القیاس، مجر د دعوؤں کی یہ مسابقت روز افزوں تھی، مگر جب اصل امتحان کا وقت آیا تو منظر مختلف تھا، ہمارے زمانہ طالب علمی میں ایک صوفی طالب علم پنجابی زبان کا یہ ماہیا دردناک آواز میں پڑھتا تھا:

مانی کر گیا وعدہ آواز دا، نہ آپ آیا نہ پیغام آیا ایسا روگ لگا میری چندڑی نوں، نہ موت آئی نہ آرام آیا  
گور یلا جنگ ماڈی اور افرادی وسائل کے ساتھ انتہائی ذہانت سے لڑی جاتی ہے، اپنا من پسند محاذ چن کر دشمن کو بے بس کر دیا جاتا ہے، لیکن آمنے سامنے کی جنگ ناقابل تصور حد تک مہنگی اور ہولناک ہوگی، جانوں کی قربانیوں کے ساتھ ساتھ اربوں کھربوں کے اعتبار سے ایک ایک دن کے مصارف آئیں گے۔ جوشیلی باتیں کرنے سے داد ملتی ہے، ہوش کی بات کرنے والوں پر پست ہمتی اور مایوسی پھیلانے کا طعن کیا جاتا ہے، انگریزی مقولے کا مفہوم ہے: ”بالآخر ثبات سچ ہی کو ملتا ہے“۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے ہاں جھوٹ کا چلن زیادہ ہے، پروفیسر حفیظ تائب نے کہا تھا:

سچ میرے دور میں جرم ہے، عیب ہے جھوٹ فتن عظیم آج لاریب ہے  
ایک اعزاز ہے جہل و بے راہ روی ایک آزار ہے آگہی یا نبی!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ذلت سے دوچار نہ کرے، عرض کیا گیا: (یا رسول اللہ!) وہ اپنے آپ کو ذلت سے کیسے دوچار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ خود کو ایسی ابتلا میں ڈالتا ہے جس سے عہدہ براہوئے کی اس میں طاقت نہیں ہے، (ترمذی: 2254)۔“ پس اسلام کا حکم یہ ہے کہ ابتلا کو دعوت نہ دو، قضائے الہی سے آجائے تو ثابت قدم رہو۔  
جمہرات کے اخبار میں دفاع پاکستان کونسل کی یہ سرخی پڑھی: ”امریکہ پاکستان کو میلی آنکھ سے دیکھے گا، تو آنکھیں نکال لیں گے“، اردو روزمرہ اور محاورے کے ماہرین ہمیں بتائیں کہ ”میلی آنکھ“ سے کیا مراد ہے، شاید ان جوشیے مجاہدین کے خیال میں ٹرمپ جب پاکستان کو دھمکیاں دیتا ہے تو اس کی آنکھیں میلی نہیں ہوتیں، بلکہ چمک رہی ہوتی ہیں، آئندہ بھی ٹرمپ کو احتیاط کرنی ہوگی، ورنہ ان کی آنکھوں کی خیر نہیں ہے۔ ملتی عظمت اور قومی حمیت کے ساتھ جینے کا راستہ ایک ہی ہے کہ ہم اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں اور اپنے وسائل کے اندر رہنا سیکھیں، ورنہ سب تعلیاں اور خوش فہمیاں ہیں۔

